نمازِ باجماعت یا اول وقت ؟

!السلام علیکم

میں ایک سرکاری محکمے کا ملازم ہوں   ہمارے محکمے میں نمازِ ظہر کا وقت ۱:۱۵ سے ۱:٤٥ (یعنی آدھا گھنٹہ) مقرر ہے   ہمارے آفس میں ایک مخصوص جگہ کو نماز کے لیے مختص کیا گیا ہے   آفس میں موجود ایک قاری صاحب جو دیوبندی عقیدے سے تعلق رکھتے ہیں امام مقرر ہیں. لیکن وہ باقاعدگی سے.جماعت نہیں کرواتے بلکہ کبھی کوئی آگے ہوجاتا ہے تو کبھی کوئی   یعنی کبھی بریلوی امام بن جاتا ہے   امام صاحب نماز پڑھاتے وقت قیام مختصر کرتے ہیں حتیٰ کہ ان کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنا بھی مشکل ہوجاتا ہے   اس صورت میں مجھے کیا کرنا چاہیے   کیا میں اول وقت (تقریباً ۱2:۳۰) اپنی نماز ادا کرلیا کروں   یا پھر باجماعت نماز ادا کیا کروں   جس میں کوئی بھی شخص چاہیے وہ کسی بھی عقیدے کا ہو امام بن جاتا ہے   اور نماز بھی تیز پڑھاتا ہے ؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

!وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ

!الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد

مذکورہ صورت میں آپ کوشش کریں کہ آپ اول وقت پر نماز پڑھنے کے لئے دوستوں کو تیار کریں، اور آپ خود نماز پڑھایا کریں۔ اگر آپ خود نہیں پڑھا سکتے تو کسی ایسے دوست کو آگے کر دیا کریں، جن کا عقیدہ درست ہو اور وہ صریح مشرک نہ ہو۔ کیونکہ جس کا شرک واضح ہو اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی، اس صورتحال میں اگرچہ تنہا نماز پڑھنا درست ہے، لیکن نماز باجماعت کے ثواب سے آپ محروم رہ جاءیں گے۔ لہذا تنہا نماز پڑھنے کی بجائے اس کا کوئی مناسب حل نکالیں۔ یا تو دیگر دوستوں کو تیار کریں اور کسی موحد کو امام بنایا کریں یا پھر تنہا ہی جماعت کروالیا کریں۔ شیخ صالح المنجد سے اسی قسم کا ایک سوال کیا گیا تھا، وہ سوال اور جواب درج ذیل ہیں : سوال : میرے علاقے میں اکثریت حنفی اور دیوبندی حضرات کی ہے، اس علاقے میں سلفی اہلحدیث حضرات کی مساجد بہت ہی کم ہیں، اور عصر کی نماز کا وقت مجھے ڈیوٹی پر ہی ہوجاتا ہے جہاں قریب کوئی سلفی اہلحدیث مسجد نہیں جس میں عصر کی نماز باجماعت ادا کرسکوں، بلکہ وہاں حنفیوں کی مسجد ہے جو عصر کی نماز تاخیر کے ساتھ مغرب سے تقریبا ایک گھنٹہ قبل ادا کرتے ہیں   مجھے بتائیں کہ میں کیا کروں آیا اس حالت میں نماز مؤخر کرکے نماز باجماعت ادا کروں یا کہ اول وقت میں اکیلے ہی ڈیوٹی والی جگہ میں نماز ادا کرلیا کروں ؟ جواب : اول : عصر کی نماز کا اختیاری وقت اس وقت شروع ہوتا ہے جب ہر چیز کا سایہ اس کی مثل یعنی برابر ہوجائے، اور یہ ظہر کے وقت کی انتہاء ہے، عصر کی نماز کا وقت سورج زرد ہونے تک رہتا ہے   عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : " ظہر کا وقت عصر کی نماز کے وقت تک ہے، اور عصر کی نماز کا وقت سورج زرد ہونے تک رہتا ہے " صحیح مسلم حدیث نمبر (612). اس لیے بغیر کسی ضرورت کے نماز میں تاخیر کرنا جائز نہیں ہے   اور موسم کے مختلف ہونے کے اعتبار سے سورج زرد ہونے کا وقت بھی بدلتا رہتا ہے، یعنی موسم بہار میں اور وقت ہوگا، اور موسم گرما میں اس سے مختلف اور موسم سرما میں اس کی بجائے کوئی اور وقت، لیکن اگر مغرب سے ایک گھنٹہ قبل نماز ادا کی جائے تو یہ سورج زرد ہونے سے قبل ہوگی، لیکن اول وقت میں نماز ادا کرنا افضل ہے   یہ معلوم ہونا چاہیے کہ جمہور فقہاء کے ہاں ظہر کا آخری وقت ہر چیز کے سایہ کی ایک مثل کے برابر ہے، لیکن ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی رائے میں دو مثل ہونے پر ہے، جو کہ حدیث کے مخالف ہے   اور بعض احناف جمہور کے ساتھ ہی متفق ہیں کہ ظہر کا وقت ایک مثل ہونے پر ختم ہوجاتا ہے، جن میں صاحبین ابو یوسف اور محمد رحمہم اللہ شامل ہیں، اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے بھی ایک روایت یہی ہے   امام حصکفی رحمہ اللہ کہتے ہیں : " ظہر کا وقت زوال سے شروع ہوکر یعنی سورج کی ٹکیہ کا آسمان کے وسط سے زائل ہوکر ہر چیز کا دو مثل سایہ ہونے تک رہتا ہے، اور امام ابو حنیفہ ایک مثل ثابت ہے، اور امام زفر اور ابو یوسف اور محمد اور آئمہ ثلاثہ یعنی امام شافعی احمد اور مالک کا قول یہی ہے   امام طحاوی رحمہ اللہ کا قول ہے : ہم اسے ہی لیں گے   اور غرر الاذکار میں درج ہے : اسے ہی لیا جائیگا   اور البرھان میں درج ہے : یہ زیادہ ظاہر ہے، کیونکہ جبریل علیہ السلام نے یہی وقت بیان کیا تھا، اور اس باب میں یہی نص ہے   اور فیض الباری میں درج ہے : آج (احناف) لوگوں کا عمل اسی پر ہے اور اسی کا فتوی دیا جاتا ہے " انتہی الدر المختار مع حاشیۃ ابن عابدین (359/1). حاصل یہ ہوا کہ عصر کی نماز میں تاخیر کرنے میں کوئی حرج نہیں، لیکن اول وقت میں ادا کرنا سنت اور افضل ہے لیکن نماز عصر وقت کے اندر ہی ادا کرنا چاہیے یعنی سورج زرد ہونے سے قبل نماز عصر ادا کرلینی چاہیے، اور آپ اس لیے.جماعت مت چھوڑیں   دوم : دیوبندی مذہب عقیدہ ماتریدیہ پر قائم ہے، اور یہ لوگ صوفی طرق مثلا نقشبندی اور چشتی اور قادری اور سوہروردی طریقے اختیار کرتے ہیں   اور دیوبندی حضرات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صلحاء کے توسل کے بھی قائل ہیں   بدعتی شخص کے پیچھے نماز ادا کرنے کے بارہ میں راجح حکم یہی ہے کہ جس کے مسلمان ہونے کا حکم ہو اس کے پیچھے نماز ادا کرنی جائز ہے، اور جس کی بدعت کفریہ ہو اور وہ اس بدعت کی بنا پر کافر ہوجائے تو اس کے پیچھے نماز نہیں ہوگی   شیخ ابن باز رحمہ اللہ سے درج ذیل سوال دریافت کیا گیا : کیا اہل سنت والجماعت کے عقیدے کے مخالف شخص مثلا اشعری عقیدہ رکھنے والے کے پیچھے نماز ادا کرنا جائز ہے ؟ شیخ رحمہ اللہ کا جواب تھا : قریب تر جواب تو یہی ہے کہ (واللہ اعلم) جس کے بارہ میں ہم مسلمان ہونے کا حکم لگائیں تو اس کے پیچھے ہمارا نماز ادا کرنا صحیح ہے، اور جس کے مسلمان نہ ہونے کا حکم ہو اس کے پیچھے نماز نہیں ہوگی   اہل علم کی ایک .جماعت کا قول یہی ہے اور صحیح قول بھی یہی ہے   لیکن جو کہتا ہے کہ نافرمان شخص کے پیچھے نماز ادا کرنا صحیح نہیں اس کا قول قابل قبول نہیں، اس کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امراء کے پیچھے نماز ادا کرنے کی اجازت دی ہے، اور اکثر امراء نافرمان ہوتے ہیں، اور پھر ابن عمر اور انس رضی اللہ تعالی عنہم اور صحابہ کی ایک.جماعت نے حجاج بن یوسف کے پیچھے نماز ادا کی حالانکہ وہ سب سے زیادہ ظالم شخص تھا   حاصل یہ ہوا کہ ایسے بدعتی شخص کے پیچھے نماز ہوجاتی ہے جس کی بدعت اسے دائرہ اسلام سے خارج نہ کرتی ہو، یا ایسے فاسق وفاجر شخص کے پیچھے بھی نماز ہوجائیگی جو اسے دائرہ اسلام سے خارج نہ کرے   لیکن انہیں سنت پر عمل کرنے والے شخص کو امام بنانا چاہیے، اور اسی طرح اگر کچھ لوگ کہیں جمع ہوں تو وہ نماز کے لیے اپنے میں سب سے افضل شخص کو آگے کریں " انتہی دیکھیں : فتاوی شیخ ابن باز (426/5). اور شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ سے درج ذیل سوال دریافت کیا گیا : کچھ اسلامی ممالک جہاں کی اکثر مساجد میں اشعری مذہب رکھنے والے امام ہوں ان مساجد میں اشعری عقیدہ رکھنے والے امام کے پیچھے نماز ادا کرنے کا حکم کیا ہے ؟ شیخ رحمہ اللہ کا جواب تھا : " جائز ہے، اور امام کے عقیدہ کے متعلق سوال کرنا لازم نہیں " میں نے شیخ رحمہ اللہ سے دریافت کیا : اگر یہ پتہ چل جائے کہ امام اشعری عقیدہ رکھتا ہے تو ؟ شیخ رحمہ اللہ نے جواب دیا : " اس کے پیچھے نماز جائز ہے، میرے علم کے مطابق تو کسی ایک نے بھی اشاعرہ یعنی اشعری عقیدہ رکھنے والوں کو کافر قرار نہیں دیا " انتہی ماخوذ از : ثمرات التکوین تالیف : احمد عبد الرحمن القاضی   اور مستقل فتاوی کمیٹی کے فتاوی جات میں درج ہے : رہا مسئلہ بدعتی کے پیچھے نماز ادا کرنا تو اگر اس کی بدعت شرکیہ ہو مثلا غیر اللہ کو پکارنا اور غیر اللہ کے لیے نذرو نیاز دینا، اور ان کا اپنے پیروں اور مشائخ کے بارہ میں اللہ کے کمال علم جیسا عقیدہ رکھنا، اور ان کے بارہ میں یہ عقیدہ رکھنا کہ انہیں علم غیب ہے، یا کون میں اثر انداز ہوتے ہیں اور اختیار رکھتے ہیں تو پھر ان کے پیچھے نماز صحیح نہیں ہوگی   اور اگر ان کی بدعت شرکیہ نہیں؛ مثلا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت شدہ ذکر کو وہ اجتماعی طور پر کریں اور لہک کر کریں تو ان کے پیچھے نماز صحیح

ہے   لیکن یہ ہے کہ مسلمان شخص کو نماز کی ادائیگی کے لیے سنت پر عمل کرنے والا امام تلاش کرنا چاہیے بد عتی نہیں ہتاکہ اجروثواب زیادہ ہو، اور برائی سے دوررہے "انتہی دیکھیں : فتاوی اللجنۃ الدائمۃ للبحوث العلمیۃ والافتاء (7/ 353). اس بنا پر اگر آپ کو علم ہو کہ وہ شرکیہ امور نہیں کرتا تو اس کے پیچھے نماز صحیح ہے، چاہے وہ عصر کی نماز سوال میں مذکورہ وقت تک کرتا ہو اہم یہ ہے کہ شرکیہ امور نہ کرے اور وقت کے اندر نماز کرتا ہو تو نماز صحیح ہے، اور اس کی بنا پر نماز باجماعت سے پیچھے رہنا جائز نہیں ہوگا   ھذا ما عندي واللہ اعلم بالصواب

فتوی کمیٹی

محدث فتوی